جناب احمد سعید صاحب۔ ایم اے۔ تاریخ، پولیٹیکل سائنس
لیکچرار ایم اے او کالج لاہور

مولانا محمود حسن دیوبندیؒ اور مولانا اشرف علی تھانویؒ

استاد اور شاگرد کا رشتہ

ہمارے اکابر کو طریق کار اور سیاسی میدان میں اختلاف مسلک کے باوجود ایک دوسرے کے حقوق اور مراتب کا کتنا پاس تھا اور ایک دوسرے کی عظمت و حرمت کتنی ملحوظ رہتی اس کی ایک جھلک اس مضمون میں دکھائی دیگی۔ واقعی یہ لوگ اشدّاء علی الکفار رحماء بینہم کا مصداق تھے۔ اخلاص اور خیر خواہی پر مبنی یہ اختلاف ہرگز ایسا نہیں جسے افسانہ بنایا گیا، اور نہ یہ اس قابل ہے کہ اس پر کسی تحزب اور گروہ سازی کی عمارت کھڑی کر دی جائے۔

(ادارہ)

مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا محمود حسن کا رشتہ آپس میں استاد و شاگرد کا تھا۔ مولانا تھانوی نے اپنے استاد کی سوانح ذکر محمود کے نام سے تحریر کی جس سے دونوں کے تعلقات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، اگرچہ دونوں رہنما ایک ہی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے لیکن دونوں حضرات کا مسلک تحریک خلافت کے متعلق مختلف تھا۔ جیسا کہ خود مولانا تھانوی نے فرمایا۔ "سبحان اللہ حضرت دیوبندی کی عالی حوصلگی قابل دید ہے کہ میرا مسلک تو حضرت کے مسلک سے ظاہراً مختلف تھا، ڈھکا چھپا نہ تھا مگر حضرت ذرا بھی دل گیر نہ ہوتے۔"

اس اختلاف کے باوجود دونوں کے ذاتی تعلقات کا اندازہ مولانا تھانوی کے ملفوظات پڑھنے سے ہوتا ہے کہ دونوں حضرات ایک دوسرے کا کس قدر احترام کرتے تھے۔

تحریک خلافت کے دوران بعض لوگوں نے یہ مشہور کیا کہ مولانا تھانوی مولانا محمود حسن کے مخالف ہیں، جب اسکی اطلاع آپ کو ملی تو آپ نے اپنے رسالہ النور میں لکھا۔ "اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ یہ تمام باتیں غلط ہیں، نہ حضرت قدس سرہ سے مجھے یا میرے کسی متعلق کو مخالفت ہے، نہ میں حضرت مولانا کا نعوذ باللہ مخالف ہوں، بلکہ جس قدر محبت عظمت حضرت قدس سرہ کی میرے دل میں ہے، خدا اسکو بہتر جانتا ہے۔ مجھ پر حضرت کی مخالفت کا الزام سراسر بہتان ہے۔" مولانا تھانوی اپنے احباب سے اپنی مجالس میں مولانا محمود حسن کو جو کہ شیخ الہند کے نام سے مشہور تھے، شیخ الاسلام اور شیخ العالم کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔" فرمایا: تم بڑے فخر سے کہتے ہو کہ اسیر مالٹا تھے۔ ہم تو کہتے ہیں کہ امیر مالٹا تھے۔ تم کہتے ہو شیخ الہند تھے، ہم کہتے ہیں شیخ العالم تھے۔ اب بتلاؤ مولانا کا زیادہ معتقد کون ہے۔ جس چیز کو ہم ذریعہ نجات سمجھتے ہیں، یعنی بزرگوں سے تعلق، بحمداللہ وہ حقیقت میں ہم کو حاصل ہے، تمہارے زبانی دعووں سے کیا ہوتا ہے۔

فرمایا۔ "حضرت محمود حسن کو جب کوئی شیخ الہند کہتا ہے تو میرے دل پر ایک تیر سا لگتا ہے۔ اس لئے کہ شیخ الاسلام اور شیخ العالم کو شیخ الہند کہتے ہیں۔ بہت برا معلوم ہوتا ہے۔ اس میں حضرت کی تنقیص معلوم ہوتی ہے۔ ان مدعیان محبت نے حضرت کی شان کو پہچانا ہی نہیں۔ ہند کوئی اسلامی سلطنت ہے کہ جسکی وجہ سے شیخ الہند کہنے پر فخر ہے۔"

فرمایا: "حضرت استاذی مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیوبندی مجسم اخلاق تھے۔" فرمایا "اکثر لوگ حضرت دیوبندی کو شیخ الہند فخراً لکھتے ہیں، مجھ کو اس قدر ناگوار ہوتا ہے کہ شیخ العالم کو شیخ الہند کہتے ہیں، بس افسوس ہے انکی سمجھ پر اسکی مثال بالکل ایسی ہے کہ وائسرائے کو کوئی کانسٹیبل کہے۔ یہ اہانت نہیں ہے، یہ تعریف ایسی ہے جسکو مولانا رومی کہتے ہیں ؎

شاہ را گوید کسے جولاہہ نیست　　　این نہ مدح است او مگر آگاہ نیست

اگر ایسا ہی تھا تو شیخ العرب کہنا چاہیے تھا۔ نسبت بھی کی تو کفر کے ملک سے، یہ کون سے فخر کی بات ہے۔

حضرت مولانا محمود حسن کی تواضع کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا: "میں جب کبھی دیوبند گیا تو بہت کم اتفاق ایسا ہوا کہ میں حاضری میں سبقت کر سکا ہوں، ورنہ خود تشریف لاتے تھے۔"

فرمایا: "حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی میرے استاد ہیں، قبلہ ہیں، کعبہ ہیں، مگر مجھے آج تک یہ معلوم نہیں کہ حضرت مولانا کے کس قدر اولاد ہے، نہ یہ ہمارے بزرگوں کا طریق ہے۔

جب مولانا محمود حسن صاحب حج کیلئے تشریف لے گئے تو مولانا تھانوی کے متعلق یہ مشہور کیا گیا کہ مولانا نے حدیث شریف کا دورہ شروع کروایا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ ان کو اس بات کا انتظار تھا کہ مولانا ہندوستان سے جائیں اور ہماری دوکان چمکے۔ فرمایا "اگر میں مولانا کے سامنے ہی شروع کر دیتا تو کونسا گناہ تھا، بلکہ حضرت مولانا ہی سب سے زیادہ خوش ہوتے۔"

فرمایا: "حضرت مولانا کی ذات بڑی ہی عجیب ہے۔ مدعیان محبت نے تو انکو پہچانا ہی نہیں۔ ہمارے اعتقاد میں تو وہ شیخ الہند والسند والعرب والعجم ہیں۔"

تحریک خلافت کے دوران مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی نے مولانا تھانوی کو خط لکھا اور کہا "میں بڑی مشکل میں ہوں۔ میں کیا کروں کہ میں دو بڑوں (مولانا محمود حسن اور مولانا تھانوی) کے درمیان ہوں۔ مولانا تھانوی نے جواب میں فرمایا۔ "مولانا ہمارے سب کے بڑے ہیں۔ مولانا ہی کے فرمانے پر عمل کرنا چاہئے، اگر میں تنہا ہوتا تو میں خود بھی حضرت کے ساتھ ہوتا۔"

فرمایا: "اگر مولانا مجھ کو تحریک میں شامل ہونے کے لئے حکم فرماتے تو چونکہ میں چھوٹا تھا، اس لئے مجبور ہو جاتا، مگر حضرت کو کبھی اس کا خطرہ بھی نہ ہوا بلکہ خیال آیا تو یہ کہ اپنے ایک خاص خادم پانی پتی سے یہ فرمایا کہ "بھائی اختلاف تو اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ لاؤ پھر میں ہی کچھ اپنی رائے سے رجوع کر لوں۔"

فرمایا: "مولانا ہمارے مدرسۃ العلوم کانپور میں جلسہ دستار بندی کیلئے تشریف لائے، میں نے وعظ کے لئے عرض کیا۔ فرمایا مجھے وعظ کہنا نہیں آتا۔ میں نے کہا حضرت وعظ تو کہنا ہی پڑے گا، فرمایا تمہارے وعظ سے لوگ مانوس ہیں، اور پسند کرتے ہیں، تمہارا وعظ ہی مناسب ہوگا۔ اور میرے بیان سے لوگ خوش نہ ہوں گے۔ اس سے میرا تو کچھ نہ جائے گا، تمہاری ہی اہانت ہوگی کہ انکے استاد ایسے بے علم ہیں۔ میں نے عرض کی حضرت اس سے تو ہمارا فخر ہوگا کہ ان کے استاد ایسے ہیں۔"

مولانا محمود حسن کے بارہ میں ایک اور واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "حضرت مولانا محمود حسن کے متعلق فلاں مولوی صاحب راوی ہیں، انہوں نے اپنے کانوں سے سنی اور اپنے کانوں سے دیکھی ہے کہ جس وقت حضرت مالٹا سے تشریف لائے تو بمبئی کی بندرگاہ پر استقبالی گروہ بہت زیادہ تعداد میں موجود تھا۔ حضرت مولانا اور دو مولوی صاحب ایک موٹر میں تھے اور بعض لیڈر بھی موجود تھے۔ جس وقت موٹر چلا تو ایک دم اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا اور اس کے بعد گاندھی کی جے اور محمد علی شوکت کی جے اور مولوی محمود حسن کی جے کے نعرے بلند ہوئے۔ حضرت نے شوکت علی کا دامن پکڑ کر کہا کہ یہ کیا؟ اس پر شوکت علی نے کچھ خیال نہ کیا تو حضرت نے دوبارہ سختی سے فرمایا کہ اسکو بند کرو۔ اس پر

شوکت علی نے کہا کہ حضرت بتے کے معنی فتح ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر یہ بات ہے تو رام رام کہا کیجئے، اور جو کچھ بھی ہو یہ کفر شعار ہے۔ اسی طرح حضرت نے دیوبند اور اس کے قرب وجوار میں اپنے اہتمام سے گائے کی قربانیاں کروائیں۔"

فرمایا " جو اپنے حضرات کی شان اور انکی حق پرستی اور بے نفسی دیکھی، ایسا کسی کو بھی نہ دیکھا۔ حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ جب مالٹا سے تشریف لائے تو میں بھی بغرض زیارت دیوبند حاضر ہوا تھا۔ حضرت نے بڑی ہی شفقت فرمائی، وہ باتیں اس وقت یاد آتی ہیں تو ان حضرات کو آنکھیں ڈھونڈتی ہیں۔"

یہ تو حضرت تھانویؒ کے جذبات حضرت محمود حسن کے متعلق اب استاد کی رائے شاگرد کے متعلق ملاحظہ ہو کہ حضرت محمود حسن مولانا تھانوی کا کس قدر احترام کرتے تھے۔ بعض لوگوں نے حضرت دیوبندی سے شکایت کی کہ مولانا تھانوی اس تحریک خلافت میں شریک نہیں تو اس پر مولانا محمود حسن نے فرمایا " ہم کو اس پر بھی فخر ہے کہ ایسی ہمت کا آدمی بھی ہم میں سے ہے کہ جس نے تمام دنیا کی پرواہ نہ کی، جو اسکی رائے میں حق ہے اس پر استقلال سے قائم ہے، کسی کے دباؤ یا اثر کو ذرا برابر حق کے مقابلہ میں قبول نہ کیا۔"

فرمایا : " کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ مجھ کو دحی ہوتی ہے۔ کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں دحی سے کہہ رہا ہوں، میری بھی ایک رائے ہے۔" ایک اور شخص کے جواب میں فرمایا : " ہمیں اس پر بھی فخر ہے کہ ایسا شخص جو ہندوستان بھر سے متاثر نہ ہوا وہ بھی ہماری جماعت میں سے ہے۔

ایک صاحب سے جبکہ مولانا محمود حسن مالٹا سے دیوبند تشریف لائے تھے تو اس زمانہ میں بھی مولانا تھانوی بھی زیارت کے لئے دیوبند حاضر ہوئے تو حضرت سے فرمایا : کہ حضرت وہ (مولانا تھانویؒ) آیا ہوا ہے، اس وقت حضرت اس مسئلہ کے متعلق کچھ عرض کر دیں۔" حضرت تھانویؒ نے فرمایا : " یہ حضرات کیسے عادل ہوتے ہیں، فرمایا کہ وہ میرا لحاظ کرتا ہے اس لئے میری گفتگو کرنے سے رہے گا نہیں، تنگی ہوگی سو میں تنگ نہیں کرنا چاہتا۔ نیز گفتگو کرنے سے رائے نہیں بدلتی۔ واقعات سے بدلا کرتی ہے۔ باقی اس پر یقین ہے کہ جب رائے بدلے گی اسکا اعلان کر دے گا۔"

ایک مرتبہ کچھ لوگ حضرت مولانا محمود حسن کی بیٹھک میں مولانا تھانوی کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ حضرت کے کانوں میں وہ الفاظ پڑ گئے، حضرت نے سب کو ڈانٹا اور فرمایا " تم ایسے شخص کی شان میں گستاخی کرتے ہو جسکو میں اپنا بڑا سمجھتا ہوں۔"

مولانا تھانویؒ ان الفاظ کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "یہ الفاظ میری ذات سے ارفع و اعلیٰ ہیں محض حضرت کی شفقت پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ یہ حضرت کا اپنے چھوٹوں سے برتاؤ تھا۔"

حضرت تھانویؒ نے فرمایا: "حضرت دیوبندی کے ایک خاص معتقد اور معتمد مولوی صاحب مجھ سے روایت کرتے ہیں کہ مرض الموت میں جب حضرت وہاں تھے اور اختلاف کی خبریں کانوں میں پڑنے لگیں تو حضرت نے فرمایا: "لاؤ میں ہی کچھ اپنی رائے سے ہٹ جاؤں یہ اختلاف تو کچھ اچھا معلوم نہیں ہوتا۔"

امیٹھی میں ایک صاحب نے مولانا تھانویؒ کو اپنے بچے کے ختنہ کی تقریب میں بلایا وہاں پر مولانا خلیل احمد صاحب اور مولانا محمود حسن صاحب بھی موجود تھے۔ جب مولانا تھانویؒ، وہاں پہنچے تو دعوت کا بہت بڑا کھیڑا کیا ہوا تھا۔ مولانا تھانویؒ کو یہ بات ناپسند گزری اور آپ وہاں سے واپس لوٹ آئے۔ اس واقعہ کے متعلق بعض لوگوں نے مولانا خلیل احمد سے سوال کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ آپ تو اس میں شریک رہے اور مولانا تھانویؒ چلے گئے تو انہوں نے فرمایا: "بھائی انہوں نے تو تقویٰ پر عمل کیا اور ہم نے فتویٰ پر عمل کیا۔ اور جہاں ان کا اور ہمارا اختلاف ہوتا ہے۔ اس کی بنا یہی ہوتی ہے: بعض لوگوں نے مولانا محمود حسن سے بھی یہی سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا: "عوام کی حالت سے جتنا وہ واقف ہیں اتنا ہم نہیں۔"

ان الفاظ کے بعد مولانا تھانوی فرماتے ہیں "اصل جواب وہی تھا جو حضرت مولانا محمود حسن نے دیا۔ مولانا خلیل احمد کا جواب تواضع کا جواب تھا۔"

پاکستان کا علمی و دینی ممتاز اور مایہ ناز ماہنامہ

بینات کراچی

دینی فتنوں کا تعاقب اور اسلام کی ترجمانی کے لئے ہمیشہ پڑھئیے

سالانہ چندہ آٹھ روپے

ماہنامہ بینات ـ جامع مسجد نیوٹاؤن کراچی ۵